کربلا کے مقاصد کی پاسداری اور ہماری ذمہ داریاں

سید رمیز الحسن موسوی*
Srhm2000@yahoo.com

اسلامی تہذیب و ثقافت میں علمائے دین کو انبیائے کرام علیہم السلام کے جانشین اور دین کے محافظین کے عنوان سے پہچانا جاتا ہے۔ شاید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مشہور حدیث اسی مطلب پر ناظر ہے، جس میں آپؐ فرماتے ہیں:

"اِذَا ظَهَرَتِ البِدَعُ فِی اُمَّتِی فَلْیُظْهِرِ العَالِمُ عِلْمَهُ وَاِلاَّ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللهِ"۔

یعنی: "جب میری اُمت میں بدعتیں ظاہر ہونے لگیں تو عالم کے اوپر اپنا علم ظاہر کرنا فرض ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"
(سفینۃ البحار، ج ۱، ص ۶۳؛ اصول کافی، ج ۱، ص ۵۴)

یہ حدیث بہت واضح الفاظ میں علمائے دین کو انبیائے کرام علیہم السلام کا جانشین اور دین کا محافظ قرار دے رہی ہے، چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی منجملہ ذمہ داریوں میں سے ایک دین کی حفاظت اور اس کی توضیح و تشریح ہے اور اسے جنی وانسی شیاطین کی تحریفات اور تبدیلیوں کے خطرے سے محفوظ رکھنا ہے۔ البتہ انبیائے کرامؑ معصوم ہوتے ہیں جبکہ علمائے دین معصوم نہیں ہوتے۔ انبیاء کا معصوم ہونا عقلی و شرعی نص سے ثابت ہے، چونکہ انبیاء اگر معصوم نہ ہوں تو ان کے لائے ہوئے پیغام پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

دوسرا یہ کہ انبیائے کرامؑ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین دریافت کرنے کے بعد اسے لوگوں تک ابلاغ کرتے ہیں اور پھر اس کو نافذ کرنے کے علاوہ اس کی حفاظت کے بھی ذمہ دار ہیں۔ لیکن علماء فقط دین کی تبلیغ اور نفاذ کے علاوہ اس کی حفاظت پر مأمور ہیں۔ مذکورہ حدیث میں علماء کے انہی دو فرائض کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جب بھی دین کو بدعتوں کا سامنا ہو تو علمائے دین کو اپنا علم ظاہر کرکے ان بدعتوں سے دین کو بچانا چاہیے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو اللہ کی لعنت کے مستحق ہیں اور جو اللہ کی لعنت کا مستحق ہو وہ حقیقی عالم دین نہیں ہو سکتا۔ احادیث میں علماء کی اس ذمہ داری کو مختلف عناوین سے ذکر کیا گیا ہے۔ کبھی ذمہ داریاں نبھانے پر تحسین کے انداز میں تو کبھی ذمہ داریاں نہ نبھانے پر مذمت کے انداز میں۔ چنانچہ ایک حدیث میں اپنی اس ذمہ داری کو انجام نہ دینے والے علماء کے بارے میں پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں:

"آفَةُ الدِّیْنِ ثَلاثَةٌ: فَقِیهٌ فَاجِرٌ، اِمَامٌ جَائِرٌ، مُجْتَهِدٌ جَاهِلٌ"۔

یعنی: "تین چیزیں دین کے لئے آفت ہیں: فاجر (بدکار) عالم دین، ظالم و جائر رہبر و پیشوا اور جاہل و نادان عبادت گذار۔"
(جامع الصغیر، ج ۱، ص ۴)

یہ حدیث بدکار و فاجر عالم کو دین کے لئے مصیبت و آفت قرار دے رہی ہے؛ چونکہ بدکار و بے تقویٰ عالم، دین کی حفاظت کے بجائے اس کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔ دین کی سب سے بڑی آفت اور مصیبت اس میں نئی نئی بدعتیں پیدا کرنا ہے اور ان آفات کے ذریعے دین کے چہرے کو بگاڑنا ہے۔ ان آفات کا مقابلہ وہی عالم کر سکتا ہے جو خود دین پر عمل پیرا ہو اور دین کی حفاظت وہی عالم کر سکتا ہے جو اپنے علم کے ذریعے بدعتوں کا پول کھول کر لوگوں کو ان پر عمل کرنے سے منع کرے۔

دین اسلام اور قرآن مجید کے احکام کی حفاظت اور ان کے نفاذ کا سب سے بڑا مظہر و مصداق واقعہ کربلا اور امام حسین علیہ السلام کا قیام ہے۔ اگر تاریخ اسلام میں یہ عظیم واقعہ رونما نہ ہوتا اور امام عالی مقام کا یہ قیام و جہاد انجام نہ پاتا تو دین مبین، بنی اُمیہ جیسے بدکاروں اور فاجروں کی

---

*۔ محقق، مدیر سہ ماہی مجلّہ نور معرفت، اسلام آباد۔

بدعتوں کی وجہ سے نابود ہو جاتا ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے کہ جس کا اعتراف تمام علمائے اسلام کرتے ہیں۔ واقعہ کربلا اور شہادت امام حسین علیہ السلام کی یہی وہ بڑی خصوصیت ہے کہ جس کی وجہ سے تمام ائمہ معصومین علیہم السلام نے اس قیام اور واقعہ عظمیٰ کی یاد تازہ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اس سلسلے میں بہت زیادہ روایات نقل ہوئی ہیں جن میں واقعہ کربلا کی یاد منانے اور عزاداری امام حسین علیہ السلام برپا کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور اس پر بہت زیادہ اجر وثواب ذکر کیا گیا ہے۔ عزائے حسینی کے بارے میں اس قدر تاکید کی سب سے بڑی وجہ اس قیام وجہاد کا مقصد وفلسفہ ہے جو یزیدیوں کے اعمال کی قباحت اور اہل عاشورا کے قیام کی تحسین وتکریم ہے تاکہ یزیدی اعمال سے بچا جائے اور حسینی کردار کو اپنایا جائے۔

اگر قیام عاشورا کی یاد منانے سے یہ مقصد پورا ہوتا ہے تو یقینا یہ یاد منانا اور عزائے حسینی برپا کرنا عظیم اجر وثواب رکھتا ہے اور احیائے دین کا سب سے بڑا مصداق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے دین نے عزاداری امام حسین (ع) کو "شعائرِ دین" میں سے قرار دیا ہے اور اس کی حفاظت و تبلیغ کو دین کی حفاظت و تبلیغ کہا ہے۔

پس عزاداری، اسلام کو زندہ رکھنے اور کفر وشرک کو نابود کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ جب اس میں قیام امام حسین علیہ السلام کے مقاصد کو مدنظر رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے اس عظیم واقعہ کو من وعن زندہ رکھنا، اس کے مقاصد کہ جو درحقیقت مقاصدِ اسلام ہیں، کی حفاظت کرنا اور اس کو بدعتوں سے بچانا، علمائے دین کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

جس قوم وملت نے بھی کربلا کے مظلوموں کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے عزاداری منعقد کی ہے اور اسے تحریفات وخرافات سے آلودہ نہیں ہونے دیا، یقیناً اُس نے ظلم وستم اور اغیار وسامراج کی غلامی سے نجات حاصل کی ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال ایران کا اسلامی انقلاب ہے کہ جس کو اسی عزائے حسینی سے عروج ملا ہے اور اسی گریہ وماتم کی مجالس سے دوام حاصل ہوا ہے۔ انقلاب اسلامی کے بعد آج تک یہی امام حسینؑ کی عزاداری ہے کہ جس نے دنیا بھر کے مظلوموں اور محروموں کو ظلم وستم اور استبداد وآمریت کے خلاف قیام کرنے کی جرائت دی ہے۔

آج بحرین ہو یا سعودی عرب، فلسطین ہو یا لبنان وشام ہو یا عراق سبھی مسلمان ممالک میں اسی قیام حسینی کی پیروی میں لوگ ظلم وستم کے خلاف قیام کر رہے ہیں، چونکہ وہاں کے علماء نے عزاداری امام حسینؑ کی حفاظت کی ہے اور اسے اپنے راستے سے گمراہ ہونے سے بچایا ہے۔ لیکن جہاں علمائے دین نے عزاداری امام حسینؑ کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کیں اور اسے عوامی احساسات وجذبات کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے تو وہاں عزاداری کے نام پر نئی نئی بدعتیں پیدا ہوتی رہی ہیں، جنہوں نے اسے اپنے مقاصد سے کوسوں دور کر دیا ہے۔

آج عزاداری کو مختلف بہانوں سے دین کے مقابلے میں لایا جا رہا ہے: کہیں نماز کہ جو قیام امام حسینؑ کی روح ہے، کا موازنہ عزاداری امام حسینؑ سے کیا جا رہا ہے اور کہیں عشق امام حسینؑ کے نام پر ضروریات دین کی توہین کی جا رہی ہے اور کہیں عقلانیت کو بالائے طاق رکھ کر خلاف عقل حرکات کو عزاداری امام کے عنوان سے انجام دیا جا رہا ہے۔ اور یہ سب کچھ بعض علماء وخطباء اور ذاکرین کی اپنے فرائض انجام نہ دینے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

آج ہماری عزاداری اس قدر جمود اور بے شعوری کی کا شکار ہو چکی ہے کہ اس سال محرم الحرام میں جہاں دہشت گردی کے بیسیوں واقعات میں عزادارانِ امام حسینؑ کے لاشے گرے وہاں روایتی عزاداری کے بانیوں نے اعلان کیا کہ: ہم نے آٹھ ربیع الاول تک امام حسینؑ کی عزاداری کرنی ہے اور اس ظلم وستم اور قتل وغارت پر کسی قسم کا احتجاج نہیں کرنا! یعنی چودہ سو سال پہلے کے یزید کے ظلم وستم پر ماتم وگریہ کرنا ہے، لیکن عصر حاضر کی یزیدیت کے ظلم وستم پر احتجاج نہیں کرنا! یہی منطق، روح عزاداری کے خلاف ہے اور شہدائے کربلا بالخصوص امام حسین علیہ السلام کے اُسوہ اور نمونہ عمل ہونے کی نفی کرتی ہے۔

یہ وہ عزاداری ہے جسے طاغوت پسند کرتا ہے اور ایسی عزاداری کے فروغ کے لئے ہر ظالم و جابر حکمران ہر قسم کی مراعات دینے کو تیار ہے اور ہر شہید و زخمی ہونے والے عزادار کے عوض اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیتا ہے، لیکن جہاں یہ عزاداری طاغوت شکن ہے اور ''کل یوم عاشورا و کل ارض کربلا'' کا منظر پیش کرتی ہے، وہاں طاغوتی طاقتیں اس کے راستے میں بڑی سے بڑی رکاوٹ کھڑی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔

ظلم ستیز اور طاغوت شکن عزاداری اُسی وقت برپا ہو سکتی ہے جب وہ عقلانیت اور شعور کے ہمراہ ہو اور ان دونوں چیزیں کے لئے جہاں عوامی جذبات و احساسات کی ضرورت ہے وہاں علم و معرفت اور چشم بصیرت کی بھی ضرورت ہے۔ لہٰذا کربلا کے پیغام کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ اس واقعے کو ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رکھا جائے۔ نیز عزاداری کا دین کے احکام اور بالخصوص نماز جیسے اہم حکم الٰہی کے ساتھ موازنہ کرنے یا مصائب اہل بیت اطہار علیہم السلام کے بیان میں جدّت پیدا کرنے کے بہانے روایات عزا میں دخل و تصرف اور عزاداری کی رسومات میں ہر قسم کی بدعت ایجاد کرنے سے بچا جائے۔ یہاں علماء کا فریضہ ان امور پر توجہ دلانا اور خطبائ، ذاکرین اور عوام کا فریضہ علماء کی نصیحتوں پر عمل کرنا ہے اور تنہا اسی راستے پر چل کر ہی ہم بامقصد عزاداری قائم کر سکتے ہیں۔

دہشت گردی کی جڑیں تلاش کرنے کی ضرورت

دہشت گردی ایک ایسی مصیبت ہے جو پچھلی تین دہائیوں سے مملکت پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی ہے اور آئے دن دہشت گردی کے واقعات کی وجہ سے پاکستان کمزور سے کمزور ہوتا چلا جارہا ہے اور پاکستانی معاشرے کے امن و سکون کے علاوہ اس کے دیگر کئی بنیادی حقوق بھی پامال ہو رہے ہیں۔ لیکن ان تیس سالوں کے دوران جتنے بھی حکمران گذرے ہیں وہ اس ناسور کو ختم کرنے کے سلسلے میں بلند و بانگ دعوے کرنے کے باوجود ناکام و نامراد نظر آئے ہیں۔

آج تک کوئی حکمران اپنے ملک کے اُن باشندوں کو امن و سکون جیسی بنیادی ضرورت فراہم نہیں کر سکا جن کے ووٹوں سے وہ منتخب ہو کر کرسی اقتدار پر قابض ہوئے ہیں۔ نہ کسی حکمران اور نہ کسی دوسرے معاشرتی مفکر و دانشور نے اپنی اس ناکامی اور بے بسی کا سبب جاننے کی کوشش کی ہے۔ جب بھی کوئی ایسا المناک واقعہ پیش آیا ہے، صاحبان اقتدار نے رٹے رٹائے بیانات اور رسمی اظہار افسوس کے سوا اور کوئی اقدام نہیں کیا اور نہ کوئی ٹھوس لائحہ عمل پیش کیا ہے۔

اب تک دہشت گردی کے جتنے بھی واقعات ہوئے ہیں، خواہ اس میں مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو نشانہ بنایا گیا ہو یا غیر مسلموں کی جانیں ضائع ہوئی ہوں، سب میں ایک قدر مشترک نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ ان سب ظالمانہ واقعات میں انتہائی وحشیانہ طریقوں سے انسانی جانیں لی گئی ہیں، ایسے وحشیانہ طریقے کہ جو کوئی کلمہ گو مسلمان خواہ اُس کا کسی بھی مذہبی فرقے سے تعلق ہو، اختیار نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ حال ہی میں مستونگ میں ایران کے مقدس مقامات کی طرف جانے والے زائرین کی بسوں پر حملوں میں کیا گیا ہے۔ اس واقعے میں شہید ہونے والے زائرین کی لاشوں کو راولپنڈی کی ایک ہسپتال میں لایا گیا ہے۔

عینی شاہدین کے مطابق اس واقعہ میں شہید ہونے والے زائرین کی لاشیں اس قدر جلی ہوئی تھیں کہ کسی جنازے کی شناخت نہیں ہو سکی۔ یعنی؛ ان حملوں میں ایسا مواد استعمال کیا جاتا ہے جس سے انسانی جسم کی ہیئت ہی بدل جاتی ہے۔ یہ اگر کسی سیاسی یا متعصب فرقہ پرست مسلمان کا کام ہوتا تو شاید اس قدر ظالمانہ اور وحشیانہ نہ ہوتا۔ ان واقعات کی نوعیت سے پتا چلتا ہے کہ یہ کسی شیطانی اور انسانیت دشمن گروہ کی کاروائی ہے۔ لیکن جب بھی ایسے المناک واقعات ہوتے ہیں، ان کی ذمہ داری یا تو کسی فرقہ پرست و متعصب گروہ پر ڈال دی جاتی ہے یا اسے ہمسایہ ممالک کی سیاسی رقابت کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے اور اصل چہروں کو بے نقاب نہیں کیا جاتا۔

اگر عالمی حالات کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو جائے گا یہ وہی طریقے ہیں کہ جو اس وقت عالمی شیطانی طاقتیں پوری دنیا میں اپنارہی ہیں۔ پوری دنیا میں ہونے والی ظالمانہ کاروائیوں کو دیکھا جائے تو اس قسم کے تمام واقعات کی بازگشت امریکہ اور اس کے ناجائز فرزند، صیہونی اسرائیل کی طرف ہوتی ہے۔ جن کی انسانیت دشمنی اور وحشیانہ کاروائیوں کی پوری دنیا شاہد ہے اور آج ان کے اپنے ممالک کے اعتدال پسند عوام بھی ان کی انسان سوز حرکات پر سراپائے احتجاج بنے ہوئے ہیں۔

پاکستان میں بھی اب تک جتنی بھی دہشت گردی ہوئی ہے، خواہ وہ نام نہاد مسلمان گروہ طالبان کے ذریعے ہوئی ہو یا پاکستان کے کسی فرقہ پرست گروہ کی جانب سے، ہر ایک میں یہی انداز اپنایا گیا ہے جو فقط عالمی صیہونیت کا خاصہ ہے۔ لیکن نامعلوم وجوہات کی بناپر ان واقعات کے اصل اسباب کی طرف نہ تو حکمرانوں کی توجہ جاتی ہے اور نہ کسی تجزیہ نگار کی۔ اگر پاکستان میں دہشت گردی کی اصل جڑیں تلاش کی جائیں تو یقینا ان تمام ظالمانہ واقعات کی جڑیں اسرائیل میں ملیں گی اور ان کے پیچھے مختلف عناوین سے عالمی شیطانی گروہ صیہونیت کا ہاتھ ہوگا۔ چونکہ انسانیت کو ختم کرنے کے یہ ظالمانہ طریقے اسی گروہ کی ایجاد ہیں کہ جو انسانیت کو سسک سسک کر مرتا دیکھ کر تسکین حاصل کرتا ہے۔

لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ اس میں کسی مسلمان گروہ یا فرقے کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ اس کی جڑوں تک پہنچنے کے لئے خدا پر ایمان کے علاوہ ایک خاص چشم بصیرت کی ضرورت ہے۔ ایسی چشم بصیرت جو مسلمانوں اور دین اسلام کو بدنام کرنے والے اُن تمام صیہونی گروہوں کے چہروں کو بے نقاب کردے جو مختلف فرقہ وارانہ ناموں سے پاکستان میں کام کر رہے ہیں۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب ہمارے حکمران دہشت گردی کی اصل جڑوں تک پہنچنے کی کوشش کریں تو اس وقت اُنہیں معلوم ہو جائے گا کہ آج سے تیس سال پہلے ایک درویش صفت مسلمان رہنما خمینی بت شکن کا یہ قول کتنا سچا ہے کہ "ہماری تمام مشکلات و مصائب کا سبب امریکہ اور اسرائیل ہیں۔"